دارالعلوم دیوبند اور اس کی خصوصیات

نوراللہ مرقدہ

فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ

دارالعلوم دیوبند اور اس کی خصوصیات

۱۸۵۷ء کے بعد جس وقت لارڈ میکالے نے ہندوستان کے باشندوں کے لیے انگریزی حکومت کو ایک ایسے نظام تعلیم کی سفارش کی جس کے ذریعہ ملک میں ایک ایسا طبقہ پیدا کیا جائے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر ذوق ،طرز فکر، اخلاق اور ذہنیت کے لحاظ سے انگریز۔ تو اس دور کے اہل بصیرت وعلماء نے جو ہندوستان ست انگریزی اقتدار کے ختم کرنے کی کوشش میں مصروف تھے اور وہ انگریزوں کے خلاف مختلف طریقوں سے نبرد آزمائی کر چکے تھے انہوں نے اپنی حکمت عملی میں غور و فکر فرما کر اس نئے نظام تعلیم کی ہلاکت آفرینیوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کا واحد راستہ اختیار فرمایا وہ یہ کہ مسلمانوں کی طرف سے خود ایسے تعلیمی مدارس قائم کیے جائیں جن میں وہ اسلام کو اپنی صحیح شکل وصورت کے ساتھ محفوظ رکھ سکیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی ۱۸۵۷ء میں انگریزی حکومت کا مقابلہ کے یوپی کے ایک حصہ سے انگریزوں کے تسلط کو ختم کر دیا تھا اور اسی مقابلہ کی وجہ سے انہیں

کافی عرصہ تک حکومت کا سخت معتوب بھی رہنا پڑا، لیکن جب انگریزی تعلیم نصاب کا یہ نیا منصوبہ ان کے سامنے آیا تو ان حضرات نے اپنے سابقہ طریقہ کار کو بالکلیہ تبدیل کر کے ''دیوبند''ضلع سہارنپور میں ایک دینی درسگاہ کی بنیاد ڈالی اسی درسگاہ کا نام آج دارالعلوم دیوبند ہے انگریزی پالیسی کا اندازہ مدارس کے بارہ میں جہاں سلطان محمد تغلق کے زمانہ میں ایک ہزار مدارس قائم تھے انگریزوں کے تسلط کے بعد وہاں ایک مدرسہ بھی باقی نہ رہا تھا۔اس لیے ایسے وقت میں کسی دینی مدرسہ کو قائم کرنا اپنے لیے مصائب کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔

دارالعلوم دیوبند کا بنیادی مقصد

اس دینی درسگاہ کے قیام کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعہ اسلام اور اسلامی علوم کو مٹانے اور مسلمانوں کے اسلامی تعلیمات سے دور رکھنے کی جو کوشش لارڈ میکالے نظام تعلیم کے ذریعہ کی جارہی ہے اسے ناکام بنا کر اسلامی علوم کی صحیح طور پر حفاظت کی جائے اور مسلمانوں کے دین کو نئی تعلیم کے غلط اثرات سے محفوظ رکھا جاسکے اور ایسے باعمل علما کی ایک کھیپ تیار کر دی جائے جو سخت سے سخت حالات میں دین اور علوم دینیہ کو نہ صرف محفوظ رکھ سکیں بلکہ اسے دوسروں تک پھیلا اور پہنچا سکیں، اور اس طرح عام مسلمان الحاد اور بے دینی کے ان فتنوں سے

باخبر ہو سکیں جو مغربی طرز فکر اپنے ساتھ لائے گا تا کہ مسلمانوں کو اسلامی طرز زندگی اختیار کرنے کے لیے اسلام کی صحیح ہدایت اپنی اصل شکل وصورت میں محفوظ مل سکیں اور وہ ان کی بنیاد پر اپنے مستقبل تعمیر کر سکیں۔

دار العلوم کا فیض

دنیا نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ اس چشمہ فیض سے فیض یاب ہونے والے نہ صرف یہ کہ ملک کے ہر ہر کونہ اور خطہ میں موجود ہیں بلکہ بیرون ملک بھی دنیا کے ہر حصہ میں پائے جاتے ہیں اور ایک صدی سے بھی کم عرصہ میں دار العلوم کے فیض اور علوم دینیہ کی روشنی سے ایک دنیا کو منور اور جگمگا کرر کھ دیا۔

دار العلوم دیوبند نے جتنی عظیم شخصیتیں پیدا کی ہیں اتنی شخصیتیں کم ہی کسی علمی درسگاہ کے حصہ میں آئی ہوں گی اور وہ بھی اتنی بے سر وسامانی، مسکنت اور گمنامی کی حالت میں ایک چھوٹے سے قصبہ میں شروع کی ہوئی درسگاہ کے حصہ میں۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت علامہ محمد انوشاہ صاحب کشمیری، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہم اللہ تعالی

اور نہ جانے علم و عمل کے کیسے کیسے آفتاب وماہتاب اس درس گاہ سے پیدا ہوئے جن میں سے ہر شخص گویا ایک مستقل جماعت کی حیثیت رکھتا تھا۔

دارالعلوم دیوبند درحقیقت انہی مقدس عالم باعمل شخصیتوں اور اس طرز فکر اور عمل کا نام ہے جس کی مختصر تشریح ذیل میں پیش کی جاتی ہے۔

دارالعلوم کا مسلک اور اس کی پہلی خصوصیت

دارالعلوم دیوبند کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ محض ایک درسگاہ کا نہیں بلکہ ایک خاص طرز فکر اور ایک خاص طرز عمل کا نام ہے، اس درسگاہ کی بنیاد بھی چونکہ اسی لیے رکھی گئی تھی کہ اس کے ذریعہ اسلام اور اسلامی علوم کو صحیح شکل وصورت میں محفوظ رکھا جائے اس لیے اس کا مسلک یہ رہا ہے کہ دین صرف کتابی حروف ونقوش کا نام نہیں ہے اور نہ دین صرف کتابوں سے سمجھا جاسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کتاب کے ساتھ رسول کو اس لیے بھیجا ہے کہ وہ اپنے عمل سے کتاب کی تفسیر کریں ۔چنانچہ ایسی مثالیں تو ملتی ہیں کہ دنیا میں رسول بھیجے گئے مگر کتاب نہیں آئی لیکن ایسی مثال کوئی ایک بھی نہیں کہ صرف کتاب بھیج دی گئی ہو اور اس کے ساتھ رسول کوئی نہ آیا ہو۔

سنت اللہ

اللہ تعالٰی کی یہ سنت بتلاتی ہے کہ دین کو سمجھنے سمجھانے اور پھیلانے پہنچانے کا راستہ صرف کتاب نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ وہ اشخاص بھی ہیں جو کتاب کی عملی پیکر بن کر اس کی تفسیر و تشریح کرتے ہیں لہٰذا دین کو سمجھنے کے لیے کتاب اللہ اور رجال اللہ لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں ان میں سے ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن کی تفسیر کے لیے سنت کی ضرورت

اس لیے قرآن کریم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر وتشریح کی روشنی میں ہی ٹھیک سمجھا جا سکتا ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے کے لیے صحابہ و تابعین اور دوسرے بزرگان دین کے متواتر عمل کی روشنی کی ضرورت ہے اس کے بغیر دین کی تعبیر وتشریح کی ہر کوشش گمراہی کی طرف جاتی ہے۔

دین کے سرچشمو میں مراتب کا فرق

قرآن وسنت صحابہ وتابعین دین کے ان سرچشموں میں مراتب کا فرق ضرور ہے ، جو مقام اللہ تعالٰی کا ہے وہ کسی نبی کو حاصل نہیں

ہو سکتا، جو مرتبہ ایک نبی کا ہے وہ کسی صحابی کو نہیں مل سکتا اور جو درجہ ایک صحابی کو حاصل ہے کوئی بڑے سے بڑا ولی اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

خصوصی مزاج اور راہ اعتدال

فرق مراتب کے ساتھ دین کے اس سر چشموں میں سے ہر ایک کے حقوق وحدود کی رعایت دارالعلوم کا وہ خصوصی مزاج ہے جس نے اسے دوسروے اداروں سے امتیاز عطا کیا ہے اور جس کی بنا پر اس کا مسلک مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر کے درمیان ایک ایسی راہ اعتدال کی حیثیت رکھنا جو افراط و تفریط سے بچتی ہوئی کتاب وسنت تک پہنچتی ہے۔

دوسری خصوصیت

اور جب دارالعلوم کا اساسی نظریہ یہ ٹھہرا کہ دین کتاب اللہ اور رجال اللہ کے مجموعہ کا نام ہے تو یہیں سے اس کا ایک دوسری عملی خصوصیت ظاہر ہو جاتی ہے وہ یہ کہ دارالعلوم محض ایک علمی درسگاہ نہیں تھی جس میں طلبا کو صرف کتابوں کے حروف ونقوش اور صرف علم کا ظاہری خول دیا جاتا ہو بلکہ اس کے ساتھ وہ ایک عملی تربیت گاہ بھی

تھی جہاں علم کے ظاہری بدن میں عمل صالح اور اخلاق فاضلہ کی روح بھری جاتی تھی، یہاں سے فارغ ہو کر نکلنے والے صرف ظاہر علوم ہی سے آراستہ نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ ظاہر وباطن کی تعمیر اور عملی اعتبار سے بھی سچے اور پکے مسلمان ہوتے تھے جن کی ہر نقل وحرکت اسلام کی نمائندگی کرتی تھی۔

ایک زمانہ میں دارالعلوم سے وہ شخصیتیں تیار ہوئیں کہ انہوں نے عبادات ومعاملات، اخلاق، معاشرت، سیاست اور اجتماعی امور میں ایسے ایسے تابناک کردار پیش کیے ہیں کہ آج اس کی نظیر ملنا مشکل ہے، ان میں سے ہر شخص اسلام کی مجسم تبلیغ تھا وہ جہاں بیٹھ گیا ایک جہاں کو سچا مسلمان بنا کر اٹھا۔

تیسری خصوصیت

اگر روح عمل سے خالی ہو تو عموماً انسان میں خودپسندی اور پندار پیدا کر دیتا ہے لیکن دارالعلوم کا علم چونکہ روکھا پھیکا علم نہ تھا بلکہ اس میں اخلاق و عمل اور عشق ومحبت کا سوز وساز بھی شامل تھا، دن کے وقت اگر وہاں علم وفنون کے چرچے رہتے تھے تو رات کے وقت اس کا گوشہ گوشہ اللہ کے ذکر اور تلاوت وقرآن مجید سے گونجتا تھا، اس لیے اس کی تیسری خصوصیت یہ رہی ہے کہ اس کا ماحول تواضع وسادگی اور بے

تکلفی کا ماحول تھا، وہاں ہر شخص علم و عمل کا آفتاب ہونے کے باوجود عبدیت اور تواضع کا پیکر تھا، اس جماعت کے افراد ایک طرف علمی وقار استغنا اور خودداری کے حامل تھے تو دوسری طرف فروتنی و خاکساری اور ایثار و زہد کے جذبات سے معمور۔

چوتھی خصوصیت

اس علمی ادارے کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے اپنے مسلک اعتدال کی صرف دعوت اور دوسروں پر تنقید کے سلسلہ میں پیغمبرانہ اسلوب تبلیغ اختیار کیا ہے جس میں مخالف کو زیر کرنے کے بجائے اس کی دینی خیر خواہی کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے، دارالعلوم نے حق کے معاملہ میں مداہنت کو کبھی گوارا نہیں کیا اور جس بات کو حق سمجھا اس کا برملا اظہار ہی کیا لیکن اس اظہار میں حکمت و موعظت اور نرمی کا پہلو ہمیشہ مدنظر رکھا گیا۔

دارالعلوم کا مقصد

دارالعلوم کا مقصد چونکہ دین کی حفاظت تھا اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا تھا جب تک ایک جماعت دوسرے ہر کام سے علیحدہ رہ کر صرف اسی کی نہ ہو رہے، اس لیے انہوں نے دنیوی مناسب

اور عہدوں سے قطع نظر کر کے حفاظت دین کی خدمت کو انجام دیا۔

مادی ترقی

لیکن عام مسلمانوں کے دین کی حفاظت کے ساتھ ان کی دنیوی اور مادی جائز ترقی کی فکر بھی انہیں ہمیشہ دامن گیر رہا، اور انہوں نے ہر اس پر خلوص تحریک کے ساتھ مقدور بھر تعاون کیا جو دین کو محفوظ رکھتے ہوئے مسلمانوں کی اجتماعی فلاح اور مادی ترقی کا مقصد لے کر آگے بڑھی، ہاں جس جگہ مادی ترقی کے شوق میں انہیں دین پامال ہوتا نظر آیا وہاں وہ دین کی حفاظت کے لیے سد سکندر بن گیے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ دو سو سال تک انگریز اور ہندو کی دوہری چکی میں پسنے کے باوجود اللہ کے فضل و کرم سے آج دین اپنی صحیح شکل میں محفوظ ہے، اور برصغیر پاک و ہند میں دین کو سمجھنے والے اس کی دعوت دینے والے اور اس پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ رکھنے والے موجود ہیں اور عام مسلمان بھی مغربی افکار اور لادینی خیالات کے بے پناہ سیلاب کے باوجود نظری طور پر آج بھی مسلمان ہیں اور اسلام پر فخر کرتے ہیں۔